سُوْرَةُ النَّاس

''اس سے قبل ''سورۃ الفلق'' میں پہلے بالعموم ساری مخلوق کے شر سے اور اس کے بعد بالخصوص تین چیزوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی تھی، وہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''ربّ الفلق'' کا ذکر کیا گیا تھا اور گویا اسی ایک صفت کے حوالے سے ان سب چیزوں کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی گئی تھی۔ ''سورۃ الناس'' میں صرف ایک چیز کے شر سے پناہ مانگنے کے کلمات کی تلقین فرمائی گئی ہے اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کی تین صفات عالیہ کا ذکر کیا گیا ہے ۱-رَبُّ النَاسِ، ۲-مَلِکِ النَّاسِ، ۳-اِلٰهِ النَّاسِ، اس میں واضح اشارہ ہے کہ شیاطین کی وسوسہ اندازی کا شر اور فتنہ شدید ترین ہے، اس سے محفوظ رہنے کے لیے بندوں کو خاص طور سے اللہ تعالیٰ کی اِن صفات عالیہ کا سہارا لینا چاہیے اور اپنے آپ کو اس خالقِ کائنات کی حفاظت کے حصار میں دے دینا چاہیے جو اس پوری کائنات اور تمام انسانوں کا رب ہے، پروردگار حقیقی ہے، بادشاہ اور فرمانروا ہے اور اِلٰہ ہے یعنی معبود برحق اور ملجاو ماوا ہے۔'' (درس قرآن)

''بِرَبِّ النَّاسِ'' ربوبیتِ مطلق صرف اسی کے لیے ثابت ہے...... اس سے صفت ربوبیت میں ہر قسم کے شریک کی نفی آ گئی، ''مَلِکِ النَّاسِ'' حاکمیت و مالکیت مطلقہ بھی صرف اسی کے لیے ثابت ہے...... اس سے صفت حاکمیت و مالکیت میں ہر قسم کے شریک کی نفی ہوگئی، ''اِلٰهِ النَّاسِ'' معبودیت صرف اسی کے لیے ثابت ہے...... اس سے صفتِ معبودیت میں ہر قسم کے شریک کی نفی ہوگئی۔ جاہلی قوموں نے عموماً حق تعالیٰ کی انہی تین صفات...... ربوبیت، مالکیت اور معبودیت میں دوسروں کو شریک ٹھہرایا، قرآن مجید نے یہاں تینوں صفات کو یکجا کر کے جامع تعلیم توحید دے دی ہے۔ ''سورۃ الفلق'' جس طرح دنیوی مضرتوں سے استعاذہ کی جامع تھی، یہ سورۃ مبارکہ دینی مضرتوں سے استعاذہ کی جامع ہے۔ (تفسیر ماجدی)

سُوۡرَةُ النَّاس

آیات:٦ رکوع:۱

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ(۱) مَلِكِ النَّاسِ (۲) اِلٰهِ النَّاسِ (۳) مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۙ الۡخَنَّاسِ (۴) الَّذِىۡ يُوَسۡوِسُ فِىۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ (۵) مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ (٦)﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کہیے کہ میں انسانوں کے رب کی، انسانوں کے بادشاہ کی، انسانوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں، وسوسہ اندازی کرنے والے، چھپ جانے والے (شیطان) کے شر سے جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے، (چاہے) وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾

(اے نبی ﷺ) آپ کہیے کہ میں انسانوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔

قُلۡ کہیے، فعل امر، واحد مذکر حاضر (قَالَ، يَقُوۡلُ، قَوۡلًا) کہنا، اَعُوۡذُ میں پناہ لیتا ہوں، فعل مضارع واحد متکلم (عَاذَ، يَعُوۡذُ، عَوۡذًا، وَ عِيَاذًا) کسی کی پناہ میں آنا، کسی سے بچ کر کسی کی حفاظت میں آنا جیسے "اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ" میں شیطان مردود سے بچنے کے لیے اللہ کی پناہ و حفاظت میں آتا ہوں۔ (القاموس الوحید)

حافظ صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"بِرَبِّ النَّاسِ، "الرّب" (پروردگار) کا مطلب جو ابتداء سے ہی، جب کہ انسان ابھی ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے، اُس کی تدبیر و اصلاح کرتا ہے [اسے پیدا کرتا ہے اور اس کی نشو و نما کرتا ہے] حتیٰ

کہ وہ بالغ و عاقل ہو جاتا ہے، پھر وہ یہ تدبیر چند مخصوص افراد کے لیے نہیں کرتا، بلکہ اپنی تمام مخلوقات کے لیے کرتا ہے، یہاں صرف انسانوں کا ذکر انسان کے اس شرف و فضل کے اظہار کے لیے ہے جو تمام مخلوقات پر اسے حاصل ہے۔'' (تفسیر احسن البیان)

﴿مَلِکِ النَّاسِ﴾ انسانوں کے بادشاہ کی (پناہ میں آتا ہوں)۔

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

''اگرچہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ربوبیت اور بادشاہت وغیرہ میں تمام مخلوقات شامل ہیں، لیکن ان صفات کا کامل ظہور انسانوں میں ہوا، کسی دوسری مخلوق میں نہیں ہوا، اس لیے ''رب'' اور ''ملک'' کی اضافت ان ہی کی طرف کی گئی ہے، نیز وسواس میں مبتلا ہونا بجز انسان کے دوسری مخلوق کی شان بھی نہیں۔'' (تفسیر عثمانی)

﴿اِلٰهِ النَّاسِ﴾ انسانوں کے معبود کی (پناہ میں آتا ہوں)۔

مولانا محمد منظور نعمانی کہتے ہیں:

''اِلٰہ کے معنی ہیں معبود، یعنی وہ ذات جس کی عبادت اور پرستش کی جائے، [رب، ملک، اِلٰہ] ان تینوں صفات میں بہت قریبی تعلق ہے، جو ہستی حقیقی معنی میں لوگوں کی رب ہوگی، وہی حقیقی بادشاہ اور فرمانروا بھی ہوگی اور سب اس کے زیر حکومت ہوں گے، اقتدار اعلیٰ اسی کا ہوگا اور جس کی یہ شان ہوگی ظاہر ہے کہ وہی اور صرف وہی معبود برحق ہوگا، جس کی عبادت اور پرستش کی جائے اور اپنی حاجتوں کے لیے اُس سے دعا کی جائے، اسی طرح اِس ''دعائے استعاذہ'' کے ساتھ بڑی بلاغت کے ساتھ عقیدہ توحید کا بھی اقرار و اظہار ہے۔'' (درس قرآن)

﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ، الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ﴾

(میں پناہ لیتا ہوں، رب کائنات کی) وسوسہ اندازی کرنے والے، چھپ جانے والے (شیطان) کے شر سے، جو لوگوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

مِنْ شَرِّ برائی سے (اس کی)، الْوَسْوَاسِ وسوسہ انداز، دل میں برا خیال ڈالنے والا (مراد ہے شیطان)، (وَسْوَسَ، يُوَسْوِسُ، وَسْوَسَةً) کسی کے دل میں برا اور غلط خیال پیدا کرنا، نیکی سے ہٹا کر بدی پر ابھارنا، (القاموس الوحید) الْخَنَّاسِ (خَنَسَ، يَخْنِسُ، خَنْسًا، وَ خُنُوْسًا) پیچھے رہ جانا، نظروں سے چھپ جانا، اسی سے اَلْخَنَّاسِ شیطان، لوگوں کو دھوکہ دینے والا، گویا شیطان وہ ہے جو چھپ کر لوگوں پر حملے کرتا ہے، اس کے معنی پیچھے بھاگنے کے بھی آتے ہیں، جو بندے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں ان سے اپنے آپ کو چھڑا کر بھاگتا ہے۔ اَلَّذِیْ جو، اسم موصول ہے، يُوَسْوِسُ خیال ڈالتا ہے، وسولے پیدا کرتا ہے مضارع واحد مذکر غائب، فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ لوگوں کے سینوں میں، صُدُوْر کا مفرد صَدْرٌ، سینہ۔

﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

مِنَ سے، حرف جار، الْجِنَّةِ جن، انسانوں کے بالمقابل پوشیدہ مخلوق، یہ بھی مکلّف ہیں یعنی روز قیامت ان کا بھی حساب کتاب ہوگا، خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں دونوں کی طرف رسول ہیں اور آپ کی لائی ہوئی شریعت دونوں کے لیے ہے۔

سورۂ انعام میں فرمایا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا. (الانعام:۱۱۲)

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کیے تھے، کچھ آدمی اور کچھ جن، ان میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے شیاطین ایک دوسرے کو چالبازیاں اور حیلے سکھاتے، تاکہ لوگوں کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر سکیں۔''

اس آیہ مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ (شیاطین) جن و انسان کا گروہ ہر دور اور ہر زمانے میں رہا ہے، انبیاء کرام جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ترین بندے ہوتے ہیں ان سے بھی ان شیاطین (جن و انس) کی دشمنی رہی ہے، مگر یہ نفوس قدسیہ اللہ کی رحمت سے جادۂ حق پر ڈٹے رہے۔

شیاطین کی وسوسہ اندازی پر سید قطب شہیدؒ لکھتے ہیں:

''ہم اس بات کو جانتے ہیں کہ آدم اور ابلیس کے مابین جنگ قدیم ہے...... بہت قدیم زمانے سے ہے، ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ابلیس نے اپنی فطرتِ شر کے باعث اور اپنے تکبر و غرور اور انسان سے اپنے حسد اور کینہ کی بنا پر آدم کے خلاف اعلانِ جنگ کر رکھا ہے، شیطان نے اللہ سے اس کی اجازت چاہی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی اس حکمت کی بنا پر...... جسے وہ خوب جانتا ہے...... اس کی اجازت دے دی، لیکن انسانوں کو غیر مسلح نہیں رکھا، اللہ نے اس کے لیے ایمان کی ڈھال بنائی، ذکر الٰہی کا ساز و سامان اس کے لیے تیار کیا اور استعاذہ...... اللہ سے پناہ چاہنے...... کا اسے ہتھیار دیا، اب اگر انسان اپنی اس ڈھال، اپنے ساز و سامان اور اپنے اس ہتھیار سے کام نہ لے تو اس کی ذمہ داری، اسی پر آتی ہے اور تنہا وہی ملامت کا مستحق ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''شیطان ابن آدم کے قلب پر چھایا رہتا ہے، جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے، تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے، لیکن جب وہ اللہ سے غافل ہوتا ہے تو شیطان وسوسہ اندازی کرتا ہے۔'' (بخاری)

رہی انسانوں کی وسوسہ اندازی تو ہم ان کے بہت سے وساوس کو جانتے ہیں، ہم ان کے ایسے وساوس کو جانتے ہیں جو شیاطین (جن) کے وساوس سے زیادہ شدید ہیں۔

- برا ساتھی اپنے ساتھی کے قلب و دماغ میں برے خیالات اس طرح ڈالتا رہتا ہے کہ اسے محسوس تک نہیں ہوتا، وہ اپنے آپ کو اس [مکار دوست] سے بچانے کی فکر بھی نہیں کرتا اس لیے کہ وہ اسے اپنا قابل اعتماد دوست سمجھتا ہے۔
- ارباب اقتدار کے غلط مشیر اور برے حاشیہ نشین انہیں بہکاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ انہیں ظالم، جابر اور مفسد فی الارض بنا کر چھوڑتے ہیں، جو پیداوار کو بھی تباہ کرتے ہیں اور نسل انسانی کو بھی۔
- چغل خور اور دروغ گو اِس طرح چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی باتیں بالکل سچ اور حق ہیں اور ان پر شک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔
- غیر اخلاقی اور شہوانی چیزیں فروخت کرنے والے انسانی فطرت کو گمراہ کرنے میں لگے رہتے ہیں،

ان کی وسوسہ اندازی کو صرف دل کی بیداری اور اللہ تعالیٰ کی مدد ہی سے دفع کیا جا سکتا ہے۔

اس طرح بیسیوں وسوسہ ڈالنے والے اور وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جانے والے ہیں جو دامِ فریب بچھاتے اور اسے چھپا کر رکھتے ہیں، وہ دلوں کے مخفی گوشوں میں، جنہیں وہ جانتے اور محسوس کرتے ہیں، وسوسہ اندازی کرتے ہیں، یہ جنوں سے زیادہ بدترین ہیں اور ان سے بڑھ کر چپکے سے حملہ کرنے والے ہیں!

انسان ان مخفی وساوس کو دفع کرنے سے عاجز ہے، اس لیے اللہ نے اس خطرناک جنگ کے سلسلے میں اسے ساز وسامان، ڈھال اور اسلحہ کی نشاندہی کر دی ہے۔

وسواس......وسوسہ اندازی کرنے والے شیطان کو ''خَنَّاسٌ'' کہا گیا ہے، اس میں ایک معنی خیز نکتہ ہے، یہ صفت ایک طرف تو یہ واضح کرتی ہے کہ شیطان چھپا رہتا ہے اور جونہی موقع پاتا ہے چپکے سے آتا ہے اور وسوسہ اندازی کرنے لگتا ہے، لیکن دوسری طرف وہ شیطان کی کمزوری کو بھی نمایاں کرتی ہے...... شیطان اس شخص کے مقابلے میں کمزور ہے جو ناخوشگوار صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لیے چوکنا اور بیدار رہتا ہو اور جو اپنے سینہ اور دل کی حفاظت کرتا رہتا ہو، وسوسہ اندازی کرنے والا، جن ہو یا انسان جب اس کا مقابلہ کیا جاتا ہے، چھپ جاتا ہے، جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ جاتا اور روپوش ہو جاتا ہے یا جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دقیق ولطیف تصویر کشی کرتے ہوئے فرمایا ''مومن اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا اور چھپ جاتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوتا ہے تو شیطان وسوسہ اندازی کرنے لگتا ہے۔''

یہ حقیقت وسوسہ اندازی کرنے والے شیطان کے مقابلہ کے سلسلے میں دل کو قوت اور طاقت بخشتی ہے، شیطان ''خناس'' ہے، وہ پیچھے ہٹ جانے والا اور چھپ جانے والا ہے اور مؤمن جنگ کے لیے تیار ہو تو شیطان کمزور وناتواں ہے۔

لیکن ایک اور پہلو سے یہ ایک طویل اور نہ ختم ہونے والی جنگ ہے......شیطان ہمیشہ چھپا رہتا ہے، وہ ہمیشہ غفلت کا منتظر رہتا ہے، ایک بار کی بیداری مستقل بیداری کی جگہ نہیں لے سکتی...... یہ جنگ جس کا پانسہ پلٹتا رہتا ہے تا قیامت جاری رہے گی جیسا کہ قرآن کریم نے مختلف مواقع پر اس کی تصویر کشی کی ہے

مثلاً سورۃ اسراء میں کتنے عجیب وغریب انداز میں ہے:

''اور اس بات کو یاد کرو کہ ہم نے فرشتوں سے کہا تھا، آدم کو سجدہ (تعظیم) کرو تو انہوں نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے، اس نے کہا (باری تعالیٰ) کیا میں اسے سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ پھر وہ بولا'' دیکھ تو سہی، کیا یہ اس قابل تھا کہ تو نے اسے مجھ پر فضیلت دی؟ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے، تو میں اس کی پوری نسل کی بیخ کنی کر ڈالوں، بس تھوڑے ہی لوگ مجھ سے بچ سکیں گے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' اچھا تو جا، ان میں سے جو بھی تیری پیروی کریں، تجھ سمیت ان سب کے لیے جہنم ہی بھرپور جزا ہے، تو جس جس کو اپنی دعوت سے پھسلا سکتا ہے، پھسلا لے، ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھا لا، اور مال واولاد میں ان کا ساجھی (ساتھی) بن، اور ان سے (جھوٹے) وعدے کر...... اور شیطان ان سے محض دھوکے کے وعدے کرتا ہے...... بیشک میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہ ہوگا اور تیرا رب کافی کارساز ہے (وہ اپنے نیک بندوں کو شیاطین کے چنگل سے ضرور بچائے گا)۔'' (اسراء:۶۱ تا ۶۵)

شیطان اور انسان کے مابین جنگ کی فطرت اور اس میں شر کے محرکات ودواعیات...... خواہ شر براہ راست شیطان (ابلیس) سے صادر ہو یا اس کے شر پسند کارکنوں سے...... کے سلسلے میں قرآن کے اس نقطہ نظر سے واضح ہوتا ہے کہ انسان اس جنگ میں مغلوب وناتواں نہیں ہے...... اس کے رب، فرماں روا اور احکم الحاکمین کا اقتدار وتسلط تمام مخلوقات پر ہے، اُس نے ابلیس کو انسان سے جنگ کرنے کی اجازت تو دے دی ہے مگر اس کے پیشانی کے بال اسی رب قدیر کے ہاتھ میں ہیں، اس نے شیطان کو صرف ان لوگوں پر مسلط کیا ہے جو اپنے رب، اپنے فرماں روا اور اپنے اللہ کریم سے غافل ہیں، جو بندے اللہ کو یاد کرتے اور یاد رکھتے ہیں، وہ اس کے شر اور اس کی مخفی حرکات ودواعیات سے محفوظ رہتے ہیں، خیر کا تعلق اس قوت سے ہے جس کے سوا فی الواقع کوئی قوت نہیں اور اس حقیقت سے ہے جس کے سوا کوئی حقیقت نہیں، اس کا تعلق اس اللہ سے ہے جو رب بھی ہے، فرماں روا بھی اور رب کائنات بھی جبکہ شر کا ربط اس شیطان (ابلیس) سے ہے جو وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے، جو مقابلہ میں کمزوری دکھاتا ہے، جو مقابلہ میں روپوش ہو جاتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ قادر، قدیر سے پناہ مانگنے پر شکست کھا جاتا ہے۔

خیر اور شر کے سلسلے میں یہ کامل ترین تصور ہے، یہ بہترین تصور بھی ہے کیونکہ اس کے باعث دل

شکست خوردگی سے محفوظ رہتا اور قوت، اعتماد اور طمانیت سے معمور ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے حمد ہے ابتداء میں بھی اور انتہا میں بھی، اسی پر بھروسہ ہے، اسی سے توفیق ملتی ہے، اسی سے مدد چاہی جاتی ہے اور وہی مدد دینے والا ہے۔ (فی ظلال القرآن)

آیاتِ مبارکہ کی حکمت و بصیرت:

۱) انسان اور شیطان کے درمیان روز اول سے ہی جنگ ہے، جو انسان اللہ تعالیٰ کے وفادار بندے بن کر اپنے مولا و مالک سے ''استعاذہ'' کرتے رہتے ہیں، وہ شیطان اور اس کے ساتھیوں سے بچ نکلتے ہیں اور دنیا و آخرت میں ایسے ہی لوگوں کو کامیابی ملتی ہے، یہی مخلصین کا گروہ ہے اور جو شیاطین اور نفس کے بہکاوے میں آجاتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں رسوائی ہے۔

۲) شیاطین کے پھندوں اور وساوس سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرنا، اس پر غور و فکر کرنا، اس کے احکام کو حرز جاں بنانا، سیرت طیبہ کو اپنے لیے مشعل راہ بنانا، نمازوں کی پابندی کرنا اور خشوع و خضوع سے با جماعت ادا کرنا، غربا و مساکین کی مدد کرنا اور ہمہ وقت اپنے خالق و مالک کا خوف دل میں سمائے رکھنا بہت ضروری ہے۔ قرآن حکیم نے اس سلسلے میں یہ بات سکھائی ہے:

رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ وَ اَعُوْذُبِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ (المومنون:۹۸)

''اے میرے رب! میں شیاطین کی اکساہٹوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اور اے میرے رب میں تو اس سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔''

تَمَّتْ کَلِمَاتُ رَبِّی وَ رَبِّکُمْ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِی وَ لَکُمْ وَ لِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ!

...............o...............